سلطان نجد و حجاز کی عظمت شان

(فضل الرحمن صاحب متعلم مدرسہ دار التعلیم مبارکپور - اعظمگڈھ)

ناظرین کرام! ہر قوم کی اصلاح اور اسکے عروج وزوال کے اسباب فی الحقیقت اس کے قائد اور حکمراں کی نکتہ رس نگاہوں اور سیاسی دقیقہ شناسیوں اور قائدانہ صلاحیتوں میں کچھ اس طرح محبوس اور محتجب ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنی حیات کا ایک لمحہ بھی تغافل شعاری میں خرچ کرے تو اس کی قوم کی وہی حالت ہوتی ہے جو حضرت موسیٰ کی ذراسی تاخیر پر ہوئی تھی۔ میں اس عنوان کے ماتحت اگرچہ قرن اولی اور وسطی کی بہت سی ایسی مثالیں پیش کرسکتا ہوں مگر اسوقت اپنی ہندوستان کے آخری حکمراں اور سرزمین عرب کے ابن سعود کے قبل کے بادشاہ شریف حسین کو دیکھو جنکے عہد حکومت میں رعایا نکبت و افلاس سے جسقدر دوچار ہوئی اور اسے اپنی بداعمالیوں کی بنا پر ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑا اس کا حال تاریخ کے صفحات اور اسوقت بھی زندہ رہنے والے اصحاب سے پوچھو۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسپر ویساہی حکمراں مسلط کرتاہے جس کا نتیجہ یہ ہوتاہے کہ وہ قوم اپنی مطلق العنانی کی بدولت شر و فساد، بغض وعناد، افتراق وشقاق، تباہی و بربادی کے ہلاکت آفریں اسباب مہیا کرنے لگتی ہے۔ ہمارا مطالعہ جہاں تک ہے اس سے پتہ چلتاہے کہ موجودہ شاہ حجاز کے تسلط سے کچھ دنوں قبل تمام حجاز رہزنی، غارتگری کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ملک میں آمدنی و ترقی کے وسائل منقطع اور محدود تھے آمد و رفت کی راہیں وحشیوں کی چیرہ دستیوں اور ان کے ظلم و استبداد کیوجہ سے مسدود تھیں۔ حجاج کو مکہ و مدینہ کے سفر میں جسقدر دشواریوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ شتربانوں کی ناراضگی۔ معلم کا حجاج کے سرمایوں سے کچھ نہ ملنا، مسافروں کیلئے پیام موت تھا۔ ریگستانوں کے نشیب و فراز سے اونٹوں کی حرکت زیادہ ہوکر کبھی کبھی جو مال گرجایا کرتا تھا پھر اس کا ملنا دشوار تھا، وحشت و بدویت نے ان سے صلاح و خیر، شائستگی و تہذیب کل محرکات عملیہ کو سلب کرلیا تھا۔

کیا۔ یہ ابتر حالت اس وقت تھی جبکہ ان کے پاس کوئی رہنما اور مصلح نہ تھا؟ کیا یہ حالات اسوقت رونما ہو رہے تھے جبکہ ان کے دفعیہ کیلئے سرزمین عرب میں صلح و آشتی کا کوئی علم بردار نہ تھا؟ نہیں نہیں یہ واقعات اس وقت ظہور میں آئے تھے جبکہ ان کے پاس ان کا حکمراں موجود تھا یہ کیفیت اس وقت رونما ہوئی جبکہ ان کے پاس مدعی سلطنت کا وجود تھا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر پھر ایسی حالت کیوں تھی، ان ذلیل پیشوں کو قوم نے کیوں اختیار کیا تھا تو اس کا اصل سبب یہی ہے کہ کسی صاحب سلطنت کی تغافل شعاری اور اس کی توجہ کا اصلاح حال سے ہٹ جانا رعایا کی ذلت وخواری کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اب آیئے اور سلطان المعظم حضرت الملک عبدالعزیز ابن سعود کے عہد امن مہد پر نظر ڈالیں تو قرن اولی کی محبت، مودۃ، مساوات، اخوت اور جمہوریت کا نقشہ سامنے آجاتاہے۔ عرب میں رعایا کو

وہ امن وامان حاصل ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں جو اپنی شائستگی اور تہذیب وسیاست مدنیت میں کسی کو ہمسر اور مماثل نہیں سمجھتیں وہ بھی سرنگوں ہیں۔ ترکوں نے اپنے ایام اقتدار میں اگرچہ سطوت وحریت کا سکہ جما یا مگران سے بدوؤں کی وحشیانہ حرکتیں روکی نہ جاسکیں، شریف حسین کے زمانہ میں بھی اس کا انسداد نہ ہوسکا۔ ایسے زمانہ میں سفر کرنے والوں کی زبانی اور تحریروں سے ہمارے سامنے ایسے ایسے سنسنی خیز واقعات سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں جن کے تصور سے بھی روح کانپ جاتی ہے لیکن سلطان ابن سعود کے حسن انتظام کا ہر مشرقی اور مغربی روشن دماغ انسان مداح ہے آپ کی دور بینی فراخ حوصلگی ورواداری کا ثبوت دیتے ہوئے انگلستان کا اخبار ٹائمز لکھتا ہے کہ "حجاز ویمن کا معاہدہ عقل وتدبر کی ایک بڑی مثال ہے اس معاہدہ نے ظاہر کیا ہے کہ عربوں میں رشتہ اخوت مشترک ہے اس سعودی یمنی معاہدہ میں جو روح کام کر رہی ہے اس پر ہمارے یورپ کے مسیحی مدبرین کو غور کرنا چاہئے اور اس اسلامی معاہدہ کو یورپین معاہدین دیکھیں اور نگاہیں نیچی کرلیں" گویا جلالت الملک کی اسوقت ایسی زبردست شخصیت ہے کہ یورپین میدان سیاست میں انکے مقابلہ میں سر اٹھانیکے قابل نہیں۔ جلالت الملک کا عملی جذبہ کسقدر زبردست ہے کہ بڑے بڑے مدبرین جنھیں اپنے تدبر پر ناز تھا اپنے تدبر پر خود نادم اور شرمسار ہیں۔

مگر افسوس جن کو قبر پرستی کا چسکا ہو گیا ہے، توحید وسنت سے بیر ہے۔ مومنوں اور اللہ کے سچے بندوں سے دشمنی ہے عجیب ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں۔ عرب کے متعلق حسن انتظام کے بجائے سوء انتظام، محصولوں کی زیادتی اور انہدام قبب و عیاشی وغیرہ کی بے جا اور ناپاک تہمت لگا کر بدنام کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ تمام باتیں سرتاپا غلط ہیں۔ اس نے جو کچھ کیا ہے اس پر شرعی حیثیت سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

یہی سلطان ہے جس نے درندوں میں انسانیت غارتگروں میں پاسبانی، بھیڑوں میں گلہ بانی۔ بزدلوں میں قوت شرانگی فاسقوں میں قوت ایمانی پیدا کر دی۔ سلطان ابن السعود ایدہ اللہ بنصرہ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان بھائی مجھ سے اسلئے خفا اور ناراض ہیں کہ میں خالص عبادت الٰہی کی دعوت دیتا ہوں ان کی نفسانی خواہشات سے منہیات کے قریب نہیں جاتا، میرا قانون اور دستور، نظام حکومت دین محمد صلی اللہ علیہ سلم پر ہے اور اسی پر استوار رہونگا میں خالص عرب اور ایک بلند ترین خاندان کا فرزند ہوں۔ بہادری اور بادشاہی مجھے ورثہ میں ملی ہے مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ حسب ونسب میں اونچا ہوں مجھے سرداری وحکمرانی کی مطلق طلب نہیں اور نہ میں اس زمین میں برتری کا آرزومند ہوں۔ میرے سانس سے ہر وقت یہی صدا نکلتی ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو، اس کی توحید کا پرچار ہو، شرک باللہ کی آواز پراوس پڑجائے رمسلمانوں کی باہمی اخوت، ہمدردی اور محبت کی خوشبو سے سارا عرب معطر اور مشک زار ہو جائے۔ میں اس مقدس فریضہ کی توسیع میں ہمہ وقت سرگرم کار رہونگا۔ اگرچہ بڑی بڑی رکاوٹیں کیوں نہ حائل ہوں الغرض مشکلات کے نہ ٹلنے والے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرکے اس پاک مقصد کی تکمیل کیلئے آخری سانس تک سرگرم عمل رہونگا" امیر نجد وحجاز سے خواہ مخواہ کا بغض رکھنے والے حضرات اگر اس کی زندگی کے نہ مٹنے والے کارناموں سے آنکھیں بند کرکے صرف اسی ایک خطبے پر ہی انصاف ورواداری کی نگاہ ڈالیں تو مجھے یقین ہے کہ انھیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس کے ایک ایک لفظ سے خلوص وایمان کی حلاوت اور اسلامی اخوت ومحبت کی چاشنی ٹپک رہی ہے پھر ایک ایسے بندۂ خدا سے اپنے ذاتی اغراض کی خاطر رنج وعداوت کہانتک مناسب ہے؟